علمی مضامین سلسلہ نمبر ۱۵ قسط : ۱

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تا حال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے۔ اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

صالح جمہوریت اور تعمیر جمہوریت

تعلیماتِ قرآنِ پاک کی روشنی میں

﴿ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ ﴾

سنگِ بنیاد اور حقیقی روح :

''اے انسانوں ! ہم نے تم کو پیدا کیا ایک مرد اور ایک عورت سے اور رکھ دیئے تمہارے گوت اور قبیلے اس لیے کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو، اللہ کے یہاں سب سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ تقوی والا ہو۔'' (سورۂ حجرات:۱۳)

ایک دوسری آیت میں مرد اور عورت کی ''دوئی'' کو ''اکائی'' کر دیا گیا ہے۔

''اے لوگو ! ڈرتے رہو اپنے پروردگار سے جس نے تم کو پیدا کیا ایک جان سے اور اسی ایک جان سے اس کا جوڑا بنایا پھر اس جوڑے کے دو فرد سے کثیر تعداد میں مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔'' (سورۂ نساء : ۱)

ان آیاتِ مبارکہ کا مفاد یہ ہے :

(۱) اس طرح کے تصورات اور عقیدے قطعاً غلط اور باطل ہیں کہ کسی برادری کا رشتہ چاند سے جڑا ہوا ہے اور کوئی قوم آفتاب کی نسل سے ہے یا کسی نسل کا مورث پروردگار کے چہرے سے پیدا ہوا تھا اور کسی کا مورثِ اعلیٰ پیٹ سے یا پیروں سے

﴿ کَبُرَتْ کَلِمَۃً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاھِھِمْ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا کَذِبًا ﴾ [۱] ''بہت ہی سخت اور غلط بات ہے جو اِن کے منہ سے نکل رہی ہے وہ سراسر جھوٹ اور غلط بات کہہ رہے ہیں۔''

(۲) آنحضرت ﷺ نمازِ تہجد کے بعد جو دعا مانگا کرتے تھے اُس کا ایک جزو یہ بھی ہوتا تھا :

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَیْیئٍ اَنَا شَھِیْدٌ اَنَّ الْعِبَادَ کُلَّھُمْ اِخْوَۃٌ. [۲]

''اے میرے پروردگار اور ہر چیز کے پالنے والے میں شہادت دیتا ہوں کہ تمام بندے بھائی بھائی ہیں۔''

(۳) رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے : اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عِیَالِہٖ . [۳] ''ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے بس اللہ کی مخلوق میں اللہ کو سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو اُس کی مخلوق پر سب سے زیادہ احسان کرتا ہو۔''

پہلا سبق تھا کتابِ ہدیٰ کا
کہ مخلوق ساری ہے کنبہ خدا کا

شاعرِ اسلام حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ نے انہی تعلیمات کو اِن اشعار میں منضبط کر دیا ہے :

بنی آدم اعضاء یکدیگرند ــــ کہ در آفرینش زیک جوہراند
چو عضوے بدرد آورد روزگار ــــ دِگر عضو ہارا نماند قرار

[۱] سُورۃ الکھف : ۵ [۲] ابوداؤد شریف باب ما یقول الرجل اذا سلم
[۳] مشکوۃ شریف باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق

آدمی کی تمام اولاد آپس میں ایک دوسرے کا عضو ہیں کیونکہ ان سب کی پیدائش ایک ہی جوہر سے ہوئی ہے اگر زمانہ کسی ایک عضو میں درد پیدا کر دیتا ہے تو دوسرے اعضاء کو بھی چین اور قرار باقی نہیں رہتا۔ قرآنِ پاک کی ہر ایک تعلیم جزوِ ایمان ہے بس ان سے زیادہ علمبردار جمہوریت کون ہو سکتا ہے جن کا ایمان ہو کہ تمام انسان ایک جڑ کی شاخیں اور ایک بدن کے اعضاء ہیں ان میں نہ کوئی دیخ پیخ ہے نہ ذات پات جن کی خدا پرستی بھی محبت کے روپ میں ہو اور سب سے اچھا خدا پرست وہ ہو جو سب سے زیادہ مخلوقِ خدا سے پیار کرے۔

حقیقی روح اور جمہوریت کی جان :

(۳) انسانی بھائی چارہ کا سب سے پہلا تقاضا ہے ہمدردی اور امدادِ باہمی مثلاً بے روزگار کو روزگار پر لگانا، بیمار کی خدمت، بھوکے کی امداد، مقروض کے قرض کی ادائیگی یا ادائِ قرض میں امداد، بے پناہ کو پناہ دینا، کوئی بے قصور گرفتار کر لیا گیا ہے تو اُس کی رہائی کی کوشش کرنا۔

ایک حدیثِ قدسی میں اللہ رب العزت اور بندہ کا مکالمہ نقل فرمایا گیا ہے (ترجمہ یہ ہے) :

آنحضرت ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ فرمائے گا :

اے ابن آدم میں بیمار پڑا تو نے مجھے پوچھا بھی نہیں۔

ابن آدم کہے گا خداوندِ عالم تو رب العالمین ہے تو کیسے بیمار پڑ سکتا تھا ؟

رب العالمین : میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا تو اگر اُس کو پوچھنے جاتا تو مجھے اُس کے پاس پاتا۔

پھر ارشاد ہوگا : ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے کھانا نہیں دیا۔

ابن آدم : خداوندا تو رب العالمین ہے تجھے میں کیسے کھانا کھلا سکتا تھا ؟

رب العالمین : میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو نے اُس کو کھانا نہیں دیا، اگر تو اُسے کھانا کھلاتا تو مجھے تو اُس کے پاس پاتا۔

رب العالمین : ابن آدم میں پیاسا تھا تجھ سے پانی مانگا تو نے پانی نہیں دیا۔

ابن آدم : خداوندا تو رب العالمین ہے تجھے میں کیسے پانی پلا سکتا تھا ؟

رب العالمین : میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا اگر تو اُسے پانی پلاتا تو مجھے وہیں اُس کے پاس پاتا۔[۱]

مساوات اور بھائی چارہ کا تقاضا اور مطالبہ :

(۱) جب سب انسان ایک ماں باپ کی اولاد ایک خدا کا کنبہ اور ایک بدن کے اعضاء ہیں تو یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی انسان کو قابلِ پرستش مانا جائے اُس کے سامنے اس طرح ڈنڈوت کریں یا گردن جھکائیں یا اِس طرح کمر ٹیڑھی کریں جیسے خدا کے سامنے کی جاتی ہے ﴿ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ ﴾ [۲]

(۲) نہ یہ ہوسکتا ہے کہ اس (بندے) کے حکم یا طور طریق اور اُس کے طرز و انداز کو مذہب اور دھرم کا جزو بنالیں۔ دین اور دھرم اللہ کا ہے اُسی کا حکم دین کا حکم بن سکتا ہے یا اُس کا جو دین کے مالک (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے دین سکھانے کا ذمہ دار بنایا گیا ہو، کیونکہ اُس کا بتانا خدا کا بتانا ہوگا وہ صرف ایلچی ہوگا اصل حکم خدا کا حکم ہوگا۔

(۳) یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ ایک شخص یا خاندان کو انسانوں کی گردنوں کا مالک مان لیں اُس کا حکم قانون بن جائے اُس کے خلاف نہ داد ہو سکے نہ فریاد، یعنی جب ہر انسان بھائی بھائی اور انسان ہونے میں برابر کا شریک ہے تو کسی انسان یا انسانوں کے کسی خاندان کو دوسرے انسانوں کا مالک اور بادشاہ نہیں مانا جاسکتا، نہ حکومت کو نہ ملکی قیادت کو کسی ایک خاندان کے ساتھ اس طرح جوڑا جاسکتا ہے کہ باپ کے بعد اُس کا بیٹا راجہ اور اُس کی راج گدی کا مالک بن جائے، یہ چیز انسانی برادری کے لیے موت کا پیغام ہے۔ اگر ہم کسی کی رعایا ہیں تو اُس کی برابری اور مساوات کا دعوی نہیں کرسکتے اس لیے اسلام اس کو برداشت نہیں کرتا کہ کسی کو شہنشاہ کہا جائے، آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے زیادہ نفرت انگیز بات یہ ہے کہ کسی کو مَلِکُ الْاَمْلَاکُ (شہنشاہ) کہا جائے [۳]

[۱] مسلم شریف بحوالہ مشکوۃ شریف [۱] سورہ آلِ عمران : ۷ [۲] بخاری شریف ص ۹۱۶

جمہوریت کی تشریح و تعبیر :

جمہور کا تجزیہ کیجئے ! آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ بہت سی سوسائٹیاں بہت سی جماعتوں اور مختلف طبقات کے مجموعہ کا نام ''جمہور'' ہے اور یہی جمہور جب اجتماعی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے نظام بناتا ہے تو اس کو ''جمہوریہ'' کہا جاتا ہے اور یہ تصور یا نظریہ کہ نظام اس طرح کا ہو کہ جمہور کے احساسات و جذبات کی عکاسی کر رہا ہو ''جمہوریت'' ہے۔ اگر آپ جمہوریت کی چوٹی پر کھڑے ہو کر دیکھیں تو آپ مشاہدہ کر لیں گے کہ ''طبقات'' سوسائٹیوں اور جماعتوں کے ستون ہیں جن پر یہ تعمیر اُٹھی ہوئی ہے اگر یہ ستون ٹھیک ہیں تو یہ تمام تعمیر درست ہے ورنہ

خشتِ اوّل گر نہد معمار کج   تا ثریا می رود دیوار کج [۱]

اگر ہم ان ستونوں کا نام معاشرہ اور سماج رکھ دیں تو ہم یہ بھی کہہ سکیں گے کہ صحیح اور صالح جمہوریت کی بنیادی شرط اصلاحِ سماج ہے۔ سماج کی درستی کا لفظ جب زبان پر آتا ہے تو ہمارا ذہن فوراً تعلیم اور تعلیم گاہوں یا اُن پنچائتوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جن کو گرام سُدھار [۲] یا محلّہ سُدھار کمیٹی کہا جاتا ہے اور جس کا نظام ملک میں پھیلایا گیا ہے مگر سوال یہ ہے کہ

تعلیم ہو تو کس چیز کی ؟ ؟   اور سدھار ہو تو کن اصولوں پر ؟ ؟ ؟

کیا ہندی یا انگریزی زبان یا حساب، جغرافیہ اور مساحت وغیرہ کی تعلیم سماج کو درست کر دے گی ؟ اور کیا اتنی بات کافی ہوگی کہ گرام سدھار پنچائتوں کے ممبر کھیتی باڑی، آبپاشی اور دست کاری یا قانون کی کچھ باتوں سے واقف یا ان کے ماہر ہوں ؟

قرآنِ کریم نے جب اُخوت اور مساوات کا درس دیتے ہوئے جمہوری نظام کی طرف رہنمائی کی تو اُس نے پہلے وہ اصول بتا دیے جن پر سماج کی تربیت ہونی چاہیے تاکہ صالح جمہوریت رُونما ہو سکے اور جمہوری مملکت چین اور اطمینان کا گہوارہ بن سکے۔ (جاری ہے)

---

[۱] اگر معمار پہلی اینٹ ٹیڑھی رکھ دے تو ثریا تک دیوار ٹیڑھی جائے گی۔ [۲] بستی سدھار

علمی مضامین سلسلہ نمبر۱۵ قسط : ۲

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تا حال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے۔ اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

صالح جمہوریت اور تعمیر جمہوریت

تعلیماتِ قرآنِ پاک کی روشنی میں

﴿ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ ﴾

اصلاحِ معاشرہ کے اصول :

سورۂ حجرات کی آیت ۱۳ وہ ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ تمام انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں مگر اس سے پہلے آیت ۱۱، ۱۲ اور آیت ۱، ۲، ۶، ۹ وغیرہ میں اُن اُمور کی تعلیم دی گئی ہے جو اصلاح درستی کے اصول ہونے چاہئیں جن پر معاشرہ اور سماج کی تربیت کی جائے ان اصول کی تفسیر ان الفاظ میں کی جا سکتی ہے۔

الف : ایک دوسرے کا احترام سامنے بھی اور پیچھے بھی۔

ب : دلوں کی صفائی۔

ج : آگے بڑھنے اور ترقی کرنے یعنی جذبۂ تقدم و ترقی میں اعتدال۔

د : قوت مقاومت، یعنی غلط کاروں کے مقابلہ کا حوصلہ اور تادیبی کارروائیوں کو عمل میں لانا

(الف) ایک دوسرے کا احترام :

اس اصول کے لیے جامہ تیار کیجئے اور دیکھئے کہ آپ کے فرائض کیا ہوتے ہیں یعنی کن باتوں کا کرنا اور کن باتوں سے بچنا آپ پر لازم ہوجاتا ہے قرآنِ کریم ان ہی فرائض کو شمار کراتا ہے کسی کا مذاق نہ بناؤ، کسی پر طعن نہ کرو، توہین آمیز نام نہ رکھو، کسی کو حقارت سے مت دیکھو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [1]

''اے ایمان والو ! ایک قوم دوسری قوم سے ٹھٹھا نہ کرے (مذاق نہ بنائے) عجب نہیں وہ اِن سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے ٹھٹھا کریں (مذاق نہ بنائیں) بعید نہیں وہ اِن سے بہتر ہوں، اور نہ طعنے دو ایک دوسرے کو، نہ ایک دوسرے کے چڑ کے نام (برے لقب) ڈالو، یہ تمام باتیں فسق اور گناہ ہیں، صاحبِ ایمان کے لیے فسق کا نام آنا بھی بہت برا ہے اور جو باز نہ آئیں (توبہ نہ کریں) وہی ہیں ظالم۔''

مسلمان ہندوستان میں ہندوستانی کی حیثیت سے رونما ہوئے تو یہاں کے پرانے مزاج سے وہ بھی متاثر تھے، مغلوں نے یا ان کے پیشرو پٹھانوں نے الفاظ کی حد تک ان کا احترام کیا جو یہاں نیچ مانے جاتے تھے یعنی بھنگی یا چوڑے کے بجائے ان کے لیے ''مِہْتَر'' نام تجویز کیا جس کے معنی ہیں بہت بڑا لیکن جب عمل کا وقت آیا تو اسلامی تعلیم بھول گئے۔ قرآنِ حکیم نے آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کو بلا لحاظ رنگ و نسل و بلا لحاظ ملک و وطن قابلِ تعظیم قرار دیا ہے ﴿ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْۤ اٰدَمَ ﴾ [2]

فقہائے اسلام نے ہر ایک انسان کے جھوٹے کو پاک بتایا ہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم برہمن ہو یا شودر مگر ہم نے برہمن اور شودر میں فرق کر دیا۔

---

[1] سُورۃ الحجرات : ۱۱ [2] سُورۂ بنی اسرائیل : ۷۰

مغلِ اعظم (اکبر) نے جب ہندوستان کو قومیت متحدہ کا گہوارہ بنانا چاہا تو زندگی کی رفاقت اور حرم شاہی کی رونق کے لیے اس کی نظر ان ہی پر پڑی جو اپنا رشتہ سورج اور چاند سے جوڑے ہوئے تھے اور خود اپنی زبان سے اپنے آپ کو راجپوت (ابناء الملوک) کہتے تھے کیونکہ سیاست کا تقاضا یہی تھا، کاش قرآنی تعلیم کے بموجب انسانیت کے تقاضوں کو پورا کیا جاتا تو ایک تہائی کے قریب ہندوستانی مخلوق ذلت کی زندگی سے نجات پا جاتی اور اس ہندوستان میں اقلیت و اکثریت کے مفہوم ہی سے کوئی آشنا نہ ہوتا۔ بنگال میں علماء اور مشائخ رحمہم اللہ نے کسی حد تک اسلامی تعلیم کو جامۂ عمل پہنایا تو وہاں اقلیت اکثریت بن گئی، سندھ تک کچھ ایسے مسلمان آئے تھے جو اسلامی تعلیم کا نمونہ تھے ان کی ایک ہی جھلک نے پورے سندھ کی کایا پلٹ دی یہاں تک کہ اہلِ سندھ کا رسم الخط بدل گیا، سندھی بولنے والوں پر ہندی ٹھونسی جارہی ہے مگر ان کی مادری زبان سندھی اب تک عربی حروف اور عربی رسم الخط کی عادی ہے کیونکہ عرب جو تیرہ سو برس پہلے یہاں آئے تھے اُنہوں نے اخوت اور مساوات کی وہ حسین تصویر پیش کی تھی جس پر اہلِ سندھ نے اپنی تہذیب اپنا کلچر اور زیادہ تر نے اپنا مذہب بھی قربان کر دیا تھا۔

''عرب'' جن کو اپنی زبان اور اپنی تہذیب پر اتنا ناز تھا کہ تمام دنیا کو ''عجم'' کہا کرتے تھے یعنی جو لفظِ ''عجم'' مویشی اور جانوروں کے لیے استعمال کیا کرتے تھے وہی لفظ اپنے سوا دنیا کے تمام انسانوں کے لیے انہوں نے تجویز کر رکھا تھا، جب اسلام نے اخوت اور مساوات کا درس دیا تو ان کا آغوش اتنا وسیع ہو گیا کہ عجم کا جو شخص بھی ان کی طرف بڑھتا تھا وہ نہ صرف اس کو اپنے قبیلہ کا فرد بنا لیتے تھے بلکہ اگر اُس میں قابلیت کا جوہر ہوتا تو اُس کو اپنے سر کا تاج بنا لیتے تھے۔ آج جن کے علم و فضل سے پوری دنیائے اسلام متاثر ہے (امام ابوحنیفہؒ اور امام بخاریؒ) یہ دونوں عجمی ہی تھے امام ابوحنیفہؒ کے دادا زوطی نے جن کا اسلامی نام نعمان رکھا گیا مسلمان ہونے کے بعد عرب کے قبیلۂ تیم سے تعاونِ باہمی کا معاہدہ عقدِ موالات کر لیا تو تیمی ہو گئے۔

''بردزبہ'' علاقہ بخارا کے ایک مجوسی زمیندار تھے ان کے لڑکے مغیرہ حاکمِ بخارا ''یمان'' کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے، یمان عرب تھے اپنے قبیلہ کی نسبت سے ''جعفی'' کہلاتے تھے، مغیرہ بھی جعفی

کہلانے لگے، ان کے پڑپوتے امام بخاریؒ ہیں (ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ بن بردِزبہ) یہ اسی بنا پر جعفی کہلاتے ہیں۔ امامِ حدیث ابن ماجہ بھی اسی تعلق کی بنا پر ''رِبعی'' کہلاتے ہیں۔

حضرت تمیم داریؓ نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا ایک شخص کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوتا ہے تو اُس کا تعلق اس کے ساتھ کیا ہونا چاہیے ؟ آنحضور ﷺ نے جواب دیا : ھُوَ اَوْلَی النَّاسِ بِمَحْیَاہُ وَمَمَاتِہٖ[1] یعنی اس کے مرنے جینے کا ساتھی ہے اس مسلمان کرنے والے کا تعلق اس کے ساتھ سب سے زیادہ ہونا چاہیے۔

مسلمانوں نے اس ارشادِ گرامی پر اس طرح عمل کیا کہ ایسے نومسلموں کو اپنے قبیلے کا فرد بنالیا اور صرف امام ابوحنیفہؒ اور امام بخاریؒ ہی نہیں بلکہ عجیب وغریب بات یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے بعد جن کو علم وفضل کے عرش معلیٰ پر جلوہ گر پایا گیا وہ سب عجمی تھے اور ان میں زیادہ وہ تھے جو خود غلام تھے جن کو صحابہ کرامؓ نے آزاد کر کے اپنی اولاد کی طرح تربیت دی تھی یا ایسے آزاد کردہ غلاموں کی اولاد تھے ان کو ''موالی''[2] جاتا تھا۔

اُموی خلیفہ ہشام بن عبد الملک (متوفی ۱۲۵ھ/ ۷۴۳ء) نے ایک مرتبہ اپنی مملکت کے تمام علمی مرکزوں کا جائزہ لیا کہ کہاں عجمی علماء کے علم وفضل کا آفتاب چمک رہا ہے اور کہاں عربی علماء ضیاء پاش ہیں تو اس کے سامنے یہ تفصیل پیش کی گئی :

☆ مکہ معظّمہ کے جلیل القدر علماء وفقہا : (۱) عطاء بن ابی رباح (۲) مجاہد (۳) سعید بن جبیر (۴) سلیمان بن یسار

☆ مدینہ منورہ : (۱) زید بن اسلم (۲) محمد بن المنکدر (۳) نافع بن ابی نجیح

☆ قبا : (۱) ربیع الرائی (۲) ابن ابی الزناد

☆ عراق : (۱) حسن بن ابی الحسن (۲) محمد بن سیرین

☆ یمن : (۱) طاؤس بن کیسان (۲) ابن طاؤس (۳) ابن منبّہ

---

[1] ابوداود کتاب الفرائض [2] ''مولیٰ'' کی جمع

☆ خراسان : (۱) عطاء بن عبداللہ الخراسانی

☆ شام : (۱) مکحول

☆ کوفہ : (۱) الحکم بن عتیبہ (۲) حماد بن ابی سلیمان (۳) ابراہیم نخعی
(۴) شعبی رحمہم اللہ تعالیٰ ¹

ان آٹھ مرکزوں کے جلیل القدر فقہاء اور علماء جن کی عظمت کے سامنے سب کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں یہ بیس حضرات تھے، قابلِ تذکرہ بات یہ ہے کہ ان میں صرف آخری دو بزرگ ابراہیم نخعی اور شعبی (رحمہم اللہ) عرب تھے، باقی سب عجمی موالی یعنی آزاد کردہ غلام یا ایسے غلاموں کے اخلاف صالحین۔ (رحمہم اللہ ورضی عنہم)

(ب) دلوں کی صفائی :

دلوں کی صفائی یہ نہیں ہے کہ آپ پر تکلف دعوت کردیں، شاندار استقبال اور میل ملاپ کے کامیاب جلسے بھی دلوں کو صاف نہیں کرتے، خود ہندوستان کی تاریخ بہت سی مثالیں پیش کرسکتی ہے کہ پُر تکلف کھانے میں زہر ملا دیا گیا، جس کا استقبال کیا جارہا تھا جب اُس کا ہاتھی شہر پناہ کے پھاٹک میں داخل ہونے لگا تو چھجہ گرا کر معزز مہمانوں کو ہلاک کردیا گیا، ایک بادشاہ نے باپ کے استقبال کے لیے جو محل بنایا تھا جب باپ وہاں رونق افروز ہوا تو پورا محل قدم بوس ہوگیا نہ باپ رہا نہ باپ کی بادشاہت رہی، بغلگیر ہونے کے وقت خنجر پار کردینے کا قصہ کچھ عرصہ پہلے تک چھٹی یا ساتویں کلاس کے بچوں کو پڑھایا جایا کرتا تھا۔ غرض یہ باتیں دلوں کو صاف نہیں کرتیں نہ دلوں کی صفائی کی صحیح علامتیں ہیں تقریبًا یہی حال ان کمیٹیوں اور سوسائٹیوں کا بھی ہے جو تعاون اور امدادِ باہمی کے لیے بنائی جاتی ہیں۔ اس سے انکار نہیں ہے کہ امدادِ باہمی کی کمیٹیاں جمہور کو بہت اُونچا اُٹھا سکتی ہیں، مسلمان قرآن شریف میں وہ آیت بھی پڑھتے ہیں جن سے اِن کمیٹیوں کی تائید ہوتی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ

---

¹ العقد الفرید لاحمد بن عبد ربہ

''اچھی بات، نیکی اور تقوی کے کام میں ایک دوسرے کی مدد کرو، گناہ اور ظلم و سرکشی کے کام میں کسی کی مدد نہ کرو۔'' (سورۂ مائدہ : ۲)

مگر کیا ان کمیٹیوں سے خود مسلمانوں کے دلوں کی کدورت دُور ہو جاتی ہے کہ دوسری قوموں کے دلوں کی صفائی کا یقین کیا جا سکے اور کیا ان سے وہ یک جہتی اور جذبات کی ہم آہنگی پیدا ہو جاتی ہے جو جمہوری نظام کو گلدستہ بنا سکے ؟ قرآنِ حکیم نے جب اخوت اور مساوات کی تعلیم دیتے ہوئے جمہوری نظام کی طرف اشارہ کیا تو ان چیزوں میں سے کسی ایک بات کی بھی ہدایت نہیں کی کیونکہ یہ تمام باتیں نمائش ہیں حقیقت نہیں ہیں البتہ قرآنِ حکیم نے ان امراض کو ختم کرنے کی ہدایت بلکہ بڑی شدت سے تاکید کی ہے جو دلوں کی کھوٹ سے پیدا ہوتے ہیں۔ دلوں کا کھوٹ نظر آنے کی چیز نہیں ہے بلکہ اکثریت ایسے انسانوں کی ہے جن کو خود اپنے دل کے کھوٹ کا پتہ بھی نہیں چلتا ہر ایک انسان اپنے دل کو پاک وصاف ہی سمجھتا ہے اور بڑے فخر سے دعوی کرتا ہے۔

آئینِ ماست سینہ چوں آئینہ داشتن کفرست در شریعتِ ما کینہ در سینہ داشتن [1]

جب اپنے دل کے کھوٹ کا پتہ نہیں تو دوسروں کے دلوں کا کھوٹ کیسے نظر آ سکتا ہے ؟ ؟ البتہ دو امراض جو دلوں کی کھوٹ سے پیدا ہوتے ہیں اور بعنوانِ دیگر دلوں کے کھوٹ سے جو عمل قدرتی طور پر وجود پذیر ہوتے ہیں وہ بے شک محسوس ہوتے ہیں، قرآنِ کریم نے ان ہی محسوسات کو لے کر اصلاح کی ہدایت فرمائی ہے اور مقصد یہ ہے کہ جب یہ محسوس امراض ختم کیے جائیں گے تو دل بھی صاف ہو جائیں گے اور اگر بالفرض دل صاف بھی نہ ہوں تو ان کے کھوٹ کا اثر متعدی نہیں ہوگا اور وہ سوسائٹی کو خراب نہیں کر سکے گا مثلاً دل کا کھوٹ یہ ہے کہ وہ تنگ ہو اس میں یہ وسعت اور گنجائش نہ ہو کہ دوسرے کی ترقی سے وہ خوش ہو یا دوسرے کے لیے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لیے چاہتا ہے اور جو اپنے لیے نہیں چاہتا وہ دوسرے کے لیے بھی نہ چاہے، اگر حقوق کا معاملہ ہے تو دوسروں کو بھی اُتنا ہی مستحق سمجھنا چاہیے جتنا خود کو سمجھتا ہے، اگر یہ احساس دوسرے کے لیے نہیں ہوتا تو وہ دل کی تنگی ہے

[1] سینہ کو شیشہ کی طرح صاف رکھنا ہمارا دستور ہے، ہماری شریعت میں دل کے اندر کینہ رکھنا کفر ہے۔

اس تنگدلی کو پست حوصلگی، تنگ نظری، کوتاہ ظرفی سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے اس کا پہلا عمل یہ ہوتا ہے کہ دوسرے کی ترقی برداشت نہیں ہوتی بلکہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ مساوات بھی برداشت نہیں کی جاتی، وہ خود اگرچہ خوشحال ہے مگر دوسرے کی خوشحالی سے اسے جلن ہوتی ہے یعنی وہ یہ نہیں دیکھ سکتا کہ جس درجہ کی دکان اس کی چل رہی ہے اُس درجہ کی دکان دوسرے کی بھی چلے اس کو عربی میں ''حسد'' کہتے ہیں۔

تنگدلی اور کوتاہ ظرفی کا پہلا اثر ''حسد'' ہے جو بلا وجہ دوسرے سے کدورت پیدا کر دیتا ہے، دل کا یہ تکدر خیالات کو بھی خراب کر دیتا ہے اور دوسرے کے متعلق اچھے گمان کے بجائے بدگمانی رکھنے لگتا ہے ملک یا ملت کی خدمت دوسرے نے اس سے بہتر کی ہے مگر چونکہ اس کے دل میں کھوٹ ہے وہ اس کی قربانی اور قابلِ قدر خدمات کو کسی غرض پر محمول کرتا ہے، یہ بدگمانی اس کو قریب کرنے کی بجائے زیادہ بعید کر دیتی ہے، وہ پسند نہیں کرتا کہ اس وفادار خادمِ ملک و ملت کی تعریف کی جائے، اگر اس کو اس وفادار کی کسی کمزوری کا علم ہوتا ہے تو وہ اس کو پھیلاتا ہے، چونکہ خود اس کے دل میں کھوٹ ہے تو یہ ہمت نہیں ہوتی کہ اس کمزوری کی شکایت برملا خود اُس سے کرے بلکہ اُس کی پیٹھ پیچھے دوسروں سے اس کی کمزوری بیان کرتا ہے اور اس طرح ان کی نظروں سے اس کو گرانے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر کسی کمزوری کا اس کو علم نہیں ہوتا تو وہ اس کی ٹوہ اور جستجو رکھتا ہے کہ کوئی کمزوری اس کو معلوم ہو جائے، اس میں وہ عموماً کامیاب ہو جاتا ہے کیونکہ سماج اور معاشرہ کا بڑے سے بڑا انسان بھی کمزوری سے خالی نہیں ہوتا وہ اس بڑے انسان کی کمزوری کو اُچھالتا ہے مگر اس طرح وہ صرف اس انسان پر نہیں بلکہ پورے سماج پر ظلم کرتا ہے کہ اس کو قائد کی قیادت سے محروم کر دیتا ہے کیونکہ سوسائٹی جس کو اپنا رہنما مانتی تھی جب اس کی کمزوری اس کے سامنے آئے گی تو لامحالہ اس کی عظمت جماعت اور سوسائٹی کی نظر میں کم ہو جائے گی اور اس رہنما کی بات میں وزن نہیں رہے گا تو اس کی رہنمائی اور قیادت میں زوال آجائے گا لیکن یہ زوال صرف اس کے حق میں نہیں ہوگا بلکہ یہ پوری سوسائٹی زوال پذیر ہو جائے گی کیونکہ وہ قائد سے محروم ہو جائے گی اور اس طرح بجائے منظم و متحد ہونے کے وہ منتشر ہو جائے گی، پس ایک دل کی بیماری سے سارے دل بیمار ہو جائیں گے۔

خیالات کی یہ خرابی (جس کا سلسلہ سوسائٹی یا قوم کے انتشار تک پہنچتا ہے) جس طرح تنگدلی اور حسد کے سبب ہوتی ہے کبھی ''غصہ'' کی وجہ سے بھی ہوتی ہے مثلاً ایک انسان تنگ دل اور پست حوصلہ نہیں ہے اُس کا ظرف وسیع ہے لیکن وہ کسی وجہ سے کسی شخص سے ناراض ہے تو وہ اس کے متعلق اچھے خیالات نہیں رکھتا اور بسا اوقات غصہ کے سبب سے اچھے خیالات بھی بدگمانی سے بدل جاتے ہیں وہ اس کی برائیاں تلاش کرتا ہے اور ان کو پھیلاتا ہے، اگر وہ خود نہیں پھیلاتا تو وہ ہر ایسے سلسلہ سے خوش ہوتا ہے جس سے اس کی برائیوں اور خرابیوں کی اشاعت ہو، مجلس میں وہ خود غیبت نہیں کرتا لیکن اگر کوئی غیبت کرے تو وہ بڑی دلچسپی سے سنتا ہے اس سے اس کے دل کو ٹھنڈک پہنچتی ہے۔

ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص وسیع الظرف ہے مگر اُس کے مزاج میں ''بڑائی'' ہے، وہ تنگدل نہیں ہے مگر خود بین اور متکبر ہے، وہ اپنے سے بڑا کسی کو نہیں سمجھتا اس لیے کسی بڑے کی بڑائی نظر میں نہیں لاتا اور اگر جماعت یا معاشرہ کسی کو بڑا مانتا ہے تو اس کی بڑائی کو ختم کرنے کے لیے اس کی کمزوری تلاش کرتا ہے۔

عجیب بات یہ ہے کہ بسا اوقات بدگمانی کرنے والے کو پتہ نہیں چلتا کہ اُس کا یہ گمان غلط ہے کیونکہ اس کے دل کا شیطان یعنی حسد یا غصہ یا تکبر غلطی کا احساس ہی نہیں ہونے دیتا، یہ حسد اس غلط بات کو قابلِ قبول شکل میں پیش کرتا ہے اور یہ حسد رکھنے والا اس کو مان لیتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر ایک نہایت لطیف علاج بیان فرمایا ہے امام موصوفؒ فرماتے ہیں قرآنِ حکیم کی ہدایت ہے کہ

''جب کوئی فاسق خبر لائے تو پوری طرح اس کی چھان بین کرلو، ایسا نہ ہو کہ بلا تحقیق کوئی ایسا قدم اُٹھالو کہ بعد میں پچھتانا اور نادم ہونا پڑے۔'' (سورۂ حجرات : ۶)

امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ دل کا شیطان جو خیال پیدا کر رہا ہے یہ بھی فاسق ہے اس نے جو خبر دی ہے یعنی جو خیال دل میں ڈالا ہے اس کی تحقیق کرو اور جب تک تحقیق و تصدیق نہ ہو جائے کوئی بات زبان سے نہ نکالو، نہ دل ہی میں کوئی بات جماؤ، خیالات کا یہ سلسلہ جس کی تفصیل بیان کی گئی ہے

کسی مشاہدہ کی بنا پر نہیں ہے بلکہ دل کی کھوٹ کی بنا پر ہے لہٰذا یہ تمام سلسلہ کھوٹا رہے گا جس کو شریعت کی زبان میں ''اِثم اور گناہ'' کہا جاتا ہے لیکن یہ سلسلہ اگر کسی مشاہدہ کی بناء پر ہو تو اس کو گناہ نہیں کہا جاتا بلکہ اس وقت بدگمانی نہ کرنا کوتاہی اور ناعاقبت اندیشی ہوگا مثلاً ایک شخص احکامِ شریعت کا پابند نہیں ہے وہ ریش تراشیدہ ہے [1] اس کی وضع قطع احکام شریعت کے خلاف ہے اس کے متعلق اگر آپ یہ گمان کرلیں کہ جو شخص وضع قطع میں احکامِ شریعت کا پابند نہیں ہے اور شریعت کی ہدایت کو پامال کر رہا ہے وہ شہادت کے سلسلہ میں بھی پابندِ شریعت نہیں ہوگا اور اس بنا پر آپ اس کی شہادت تسلیم نہ کریں تو آپ حق بجانب ہوں گے اور آپ کی یہ قیاس آرائی صحیح ہوگی۔

قرآنِ حکیم نے انسانی برادری کی تعلیم دی تو دلوں کی صفائی کو ضروری قرار دیا مگر اس کے لیے یہ عنوان اختیار نہیں کیا کہ دلوں کو صاف کرو، جذبات کو ہم آہنگ کرو، نظریات کو متحد کرو بلکہ اُن امراض کو زائل کرنے کی ہدایت فرمائی ہے جو دل کے کھوٹ سے پیدا ہوتے ہیں اور اندر کے چور کا پتہ دیتے ہیں ارشاد ہے :

> ''بہت زیادہ قیاس آرائی اور گمان قائم کرنے سے اجتناب کرو کیونکہ بعض (مرتبہ) قیاس آرئی اور گمان کی پرورش گناہ ہوتی ہے (جس کا محرک دل کا کھوٹ اور اندر کا غبار ہو) اور بھید نہ ٹٹولو اور برا نہ کہو پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو، کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے تمہیں اس سے گھن آتا ہے۔''
>
> یہ سورۂ حجرات کی آیت نمبر ۱۲ کا مضمون ہے۔
>
> اس کے بعد نمبر ۱۳ میں مساوات اخوت انسانی کی تعلیم دی گئی ہے کہ
>
> '' اے آدمیو ! ہم نے تم کو بنایا ایک مرد اور ایک عورت سے ''

حضرت شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں ہم نے بنایا تم کو ایک نر اور مادہ سے، پوری آیت کا ترجمہ پہلے گزر چکا ہے، مختصر یہ کہ دلوں کی صفائی کی عملی صورت یہ ہے کہ

---

[1] ڈاڑھی منڈا ہے۔

(۱) ایک دوسرے کا احترام کیا جائے (سامنے بھی اور پیٹھ پیچھے بھی) یعنی کسی برادری یا خاندان کا مذاق نہ اُڑایا جائے۔

(۲) ایسا نام نہ ڈالا جائے جس سے اُس کے جذبات کو ٹھیس لگے اور وہ اس میں اپنی توہین محسوس کرے۔

(۳) کسی معقول ثبوت کے بغیر کسی کے متعلق بدگمانی نہ کی جائے، گندے خیالات نہ دوڑائے جائیں، کسی کی کمزوری کی ٹوہ نہ رکھی جائے جو کچھ کہنا ہو منہ پر کہا جائے پیٹھ پیچھے برائی نہ کی جائے۔

اگر یہ باتیں ہمارے مجلسی آداب میں سمو جائیں تو ہمارا معاشرہ اور سماج ٹھیک ہو جائے گا اور جب قوم کے معاشرے درست ہوں گے تو صالح جمہوریت جلوہ فرما ہوگی۔

(ج) جذبۂ تقدم و ترقی میں اعتدال :

عجیب بات یہ ہے کہ جس سورت کی تیرہویں آیت میں انسانی برادری اور مساوات کی تعلیم دے کر صالح جمہوریت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اُس کی سب سے پہلی آیت کا مفہوم یہ ہے :

''اے ایمان والو ! آگے نہ بڑھو اللہ سے اور اُس کے رسول سے اور ڈرتے رہو اللہ سے''

یعنی تقدم اور ترقی تو ایک فطری جذبہ ہے، بچہ گہوارے کی زندگی میں بھی چاہتا ہے کہ ساری دنیا اس کی تابع فرمان رہے، کوئی بات اپنی مرضی کے خلاف دیکھتا ہے تو چیختا ہے اور چلانا شروع کر دیتا ہے کچھ ہوش آتا ہے تو فطری شوق کی چیز یعنی کھیل کود میں سب سے آگے رہنے کی کوشش کرتا ہے اس کے لیے سب سے زیادہ دلچسپ لفظ ''میری، میرا'' ہوتا ہے جبکہ پھسڈی (پیچھے رہنے والا) کے لفظ سے اُس کو نفرت ہوتی ہے۔

قرآنِ حکیم نے اس فطری جذبہ کی تعلیم ضروری نہیں سمجھی کیونکہ دوڑنے والے سے یہ کہنا بیکار ہے کہ ''دوڑو'' البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ انسانیت سے چلو، سیدھے چلو، سنبھل کر چلو، لہٰذا قرآنِ حکیم ترقی پذیر اور جذبہ تقدم سے سرشار ''جمہوریہ'' کو یہ ہدایت کر رہا ہے کہ جذبۂ ترقی میں اعتدال رکھو۔

اعتدال یہ ہے کہ قانون کی حدود سے آگے نہ بڑھو، انسانوں کی ترقی کے ساتھ انسانیت کی بھی

ترقی ہونی چاہیے ورنہ انسان انسان نہ رہیں گے جنگل کے وحشی بن جائیں گے، انسانیت یہ ہے کہ ہر بات میں سنجیدگی ہو، ادب ہو، واجب الاحترام کا احترام ہو، خدا کا خوف دل میں ہو۔

نوجوانوں میں جذبۂ ترقی بہت مبارک ہے ترقی کا جذبہ نہ ہو تو دنیا کی رونق ختم ہو جائے، لیکن اگر ترقی کا مقصد تعمیر ہے تو اعتدال اور سنجیدگی ضروری ہے، اگر نوجوانوں کا جذبۂ ترقی نظم وضبط ادب اور اخلاق کا متحمل نہیں ہے تو وہ تعمیر کی بنیاد نہیں رکھ رہے بلکہ بربادی، تباہی، پستی اور ذلت وخواری کی رسیاں پکڑ کر اپنی طرف کھینچ رہے ہیں اور مستقبل کو تاریک کر رہے ہیں۔

(د) افواہ کی تحقیق، قوتِ مقاومت اور حوصلۂ تادیب :

صالح جمہوریت وہی ہے جس کی پیشانی انسانیت اور شرافت کے جھومر سے آراستہ ہو، جمہوریہ کی تشکیل اور تعمیر جمہور سے ہوتی ہے جمہور ہی اس کا آب وگل ہیں اور جمہور ہی اس کا قوام ہوتے ہیں تو اس کی اصلاح وترقی کسی ایک فرد یا چند افراد کی جدوجہد سے نہیں ہو سکتی، پورے جمہور ورنہ جمہور کی غالب اکثریت میں قوتِ عمل ضروری ہے۔

اگر آپ ملک وملت کے خیر خواہ ہیں آپ انسانیت اور شرافت کے آرزو مند ہیں آپ اگر امن اور اطمینان کی فضا دیکھنا چاہتے ہیں تو خود آپ میں بھی عمل کی قوت اور قربانی کا جذبہ ضروری ہے۔ بلاشبہ قوم کے تمام افراد یکساں نہیں ہو سکتے بہت سے وہ بھی ہوتے ہیں جو انسانیت شرافت اخلاق اور دیانت کے الفاظ کو بے معنی سمجھتے ہیں وہ اپنی اغراض اور اپنے مفادات ہی کو سب سے بڑی شرافت اور اعلیٰ ترین دیانت سمجھتے ہیں ایسے ہی افراد اگر اجتماعی صورت اختیار کر لیتے ہیں تو ایک باغی جماعت اپنا پرچم لہرانے لگتی ہے، اُس وقت آپ کی خاموشی حرام ہے امن پسندی کے بہانے آپ کا بے حس وحرکت رہنا امن پسندی نہیں ہے بلکہ بزدلی ہے، آپ کا فرض ہے کہ آپ کمر باندھ کر اُٹھیں اور اس باغی اور غلط کار جماعت کے ہاتھ سے جھنڈا چھین لیں۔ اگر یہ باغی جماعت اصلاح نہیں قبول کرتی تو آپ تادیبی کارروائی کریں ضرورت پیش آئے تو آپ قوت سے کام لیں جس طرح سے وہ غلط کار اکٹھے اور

منظّم ہوگئے ہیں آپ کی صداقت اور استقامت یہ ہے کہ جن کو آپ صحیح سمجھتے ہیں اُن کی مدد کریں اور اگر اس امداد میں کسی قربانی کی ضرورت ہو تو اُس سے بھی دریغ نہ کریں البتہ یہ ضروری ہے کہ آپ کا جو بھی اقدام ہو وہ حقیقت کی بنیاد پر ہو، افواہیں چنگاریوں کا کام کرتی ہیں، ''صالح جماعت'' کا کام ہے کہ وہ افواہ کو مشعلِ راہ نہ بنائے، افواہ کے علاوہ کسی شخص کی بات بھی اُس وقت تک قابلِ وثوق نہ سمجھنی چاہیے جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ خود وہ شخص قابلِ وثوق ہے جو خبر دے رہا ہے۔

قرآنِ پاک کی اس سورۃ میں جس میں صالح جمہوریت کے خدوخال کی طرف اشارے کیے گئے ہیں مقاومت اور مقابلہ اور تادیب کی بھی تعلیم دی گئی ہے سب سے پہلے ہدایت یہ ہے :

''ایسا شخص جو قابلِ اعتماد نہیں ہے اگر کوئی خبر لے کر آئے تو پوری طرح چھان بین کرلو ایسا نہ ہو تم بلا تحقیق و تفتیش کوئی قدم اُٹھالو جو سراسر جہالت ہو پھر نتیجہ یہ ہو کہ تم کو نادم ہونا اور پچھتانا پڑے۔'' (آیت ٦)

اس کے بعد دوسری ہدایت یہ ہے :

''اگر وہ جماعت (جو ایک ہی دستور کو تسلیم کرنے والے اور ایک ہی قانون کو ماننے والے) مومنین کی جماعت ہے اور وہ آپس میں لڑ پڑیں تو اُن کے درمیان صلح کرادو۔ (حضرت شاہ عبد القادرؒ کے الفاظ میں ''ملاپ'' کرادو) اگر (اس جدوجہد میں کامیابی نہ ہو) ایک گروہ (پارٹی) دوسرے پر زیادتی کرے تو سب مل کر اس گروہ سے جنگ کرو جو زیادتی کر رہا ہے یہاں تک کہ یہ خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو جائے پھر اگر رجوع ہو جائے تو ان دونوں کے درمیان ملاپ کرادو عدل کے ساتھ اور انصاف سے کام لو بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔'' (آیت ٩)

(جاری ہے)

علمی مضامین سلسلہ نمبر ۱۵ قسط : ۳، آخری

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تا حال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے۔ اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب ویکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

صالح جمہوریت اور تعمیر جمہوریت

تعلیماتِ قرآنِ پاک کی روشنی میں

﴿ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ ﴾

موجودہ جمہوریت اور اسلامی جمہوریت میں فرق، معیارِ انتخاب :

صالح جمہوریت کے آداب اور شرائط بیان کر دیے گئے جو اِن آداب وشرائط پر پوری احتیاط سے عمل کرے اُس کو ''متقی'' کہا جاتا ہے، معیارِ انتخاب یہ ہے کہ اُس کو منتخب کیا جائے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔ اب یہ کہ طریقۂ انتخاب کیا ہو ؟ یہ انتخاب کرنے والوں کے سپرد ہے قرآنِ حکیم نے کوئی پابندی نہیں لگائی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

ضروری تنبیہ :

آخر میں یہ تنبیہ کرنا ضروری ہے کہ موجودہ دور میں جس کو جمہوریت کہا جاتا ہے اسلامی تعلیم کو اس پر منطبق کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ ایک طرح کی تحریف ہے، دورِ حاضر کی جمہوریت اور اسلامی تعلیمات میں بنیادی اختلاف ہے۔ موجودہ جمہوریت کی تحسین اور تعریف یہ ہے کہ ہر ایک بالغ کی آزادانہ

رائے سے اس کی تشکیل ہوتی ہے اور اسی بنیاد پر اس کا دستور مرتب ہوتا ہے اور یہی روح اس کے ہر ایک قانون میں کارفرما ہوتی ہے۔

بس ایسے ملک میں جہاں مختلف فرقے اور مختلف مذہبوں کو ماننے والے آباد ہوں لازمی ہوگا کہ حکومت کا کوئی مذہب نہ ہو یعنی حکومت ''لادینی'' [۱] ہو اور اگر ایک ہی مذہب کے ماننے والے ہوں تب بھی دورِ حاضر کی جمہوریت میں دستورِ اساسی جمہور کا وضع کردہ اور منظور کردہ ہوگا۔

وضع دستور اور قانون سازی :

ہمارے حوصلے بلند ہو جاتے ہیں جب ہمیں باور کرایا جاتا ہے کہ ہم پر وہی قانون نافذ ہوگا جس کو ہم وضع کریں گے اور یہ کہ ہمارا حاکم کوئی نہ ہوگا ہم اپنے حاکم خود ہوں گے اور کارپردازانِ حکومت جن کو حاکم اور افسر کہا جاتا ہے وہ ہمارے سامنے جوابدہ ہوں گے لیکن اگر واقعات کی عینک لگا کر ان دعووں پر نظر ڈالی جائے تو ہمارا مشاہدہ شہادت دے گا کہ اِن سے زیادہ کھوکھلا بے مغز اور بے حقیقت دعویدار دنیا میں شاید کوئی اور نہ ہو۔

بھارت کا دستورِ اساسی بلاشبہ ایک جمہوری دستور ہے اور بظاہر یہ دعوی بھی صحیح ہے کہ جمہوریت نواز دنیا کا سب سے بہتر دستور ہے، لیکن کیا اس کو جمہور نے وضع کیا ؟ کیا جمہور کے نمائندوں نے وضع کیا ؟ دعوے کی حد تک سب کچھ کہا جا سکتا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کے مصنف ڈاکٹر امبیدکر اور ان کے دو تین مشیر ہیں، بے شک دستور ساز اسمبلی (کانسٹی ٹیوشن اسمبلی میں) اس کی ایک ایک دفعہ پڑھی گئی اور منظور کی گئی مگر کیا اسمبلی کے ہر رکن میں وہی قابلیت تھی کیا اس نے دفعہ کی ترتیب وتصنیف میں وہی دلچسپی لی اُتنا ہی غور کیا جتنا ڈاکٹر امبیدکر اور ان کے ایک دو مشیروں نے کیا تھا اگر ایسا ہوتا تو دستور کی ترتیب وتصنیف کے لیے ایک شخص کو یا چند افراد کو منتخب نہ کیا جاتا، پھر انتخاب کے معنی یہ ہیں جملہ ارکان نے اعتماد کر لیا اور وہ مطمئن ہو گئے کہ جو کچھ یہ منتخب فرد یا افراد مرتب کریں گے وہ صحیح ہوگا صرف جزوی ترمیمات کی ضرورت ہوگی۔ مختصر یہ کہ ہمارا دعوی خواہ کچھ ہو مگر واقعہ یہ ہے کہ

---

[۱] سیکولر

جس دستور کو ہم جمہوری سمجھتے ہیں اس کو جمہور نے وضع کر کے افراد پر نافذ نہیں کیا بلکہ چند افراد نے وضع کر کے جمہور پر نافذ کیا ہے اور جمہور نے اپنے غور و فکر، تحقیق و تنقید، بحث و تفتیش اور فیصلہ کی باگ دوڑ ان چند افراد یا فرد کے ہاتھ میں دے دی ہے۔

اسلام اس فریب نظر اور اس طلسم کو برداشت نہیں کرتا، اسلام کہتا ہے کہ فیصلہ کی باگ دوڑ اگر کسی کو دینی ہے اور اپنے قانون کا کسی کو خالق بنانا ہے تو اُس کو بناؤ جو فی الحقیقت خالق ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، کالے اور گورے، اولیٰ اور اعلیٰ ہر ایک کو پیدا کیا جس نے مختلف رنگ و نسل اور مختلف الخیال انسانوں کو پیدا کیا ان کے مختلف دل بنائے، ان میں جذبات پیدا کیے اُن کے رجحانات اور جذبات میں اختلاف پیدا کیا کہ

گلہائے رنگ برنگ سے ہے رونقِ چمن

بلاشبہ وہی ہے جذبات کو جاننے والا ضرورتوں کو پہچاننے والا اور ان کو صحیح معیار پر پرکھنے والا پس دستورِ اساسی بنانا اسی کا کام ہے، اسلام جس جمہور کی تعلیم دیتا ہے اس کا دستورِ اساسی مرتب کرنے کے لیے عوام کو زحمت نہیں دیتا، نہ ماہرین قانون کو اس آزمائش میں ڈالتا ہے کہ وہ بنیادی دستور اور کانسٹی ٹیوشن وضع کریں۔

مساوات اور اخوتِ انسانی اگر اس کو برداشت نہیں کر سکتی کہ ایک انسان حاکم اور دوسرا محکوم ہو، ایک کے سر پر تاج اقتدار اور دوسرا اُس کے قدموں میں پامال ہو تو وہ اس ناہمواری کو بھی جائز نہیں قرار دے سکتی کہ ایک واضع قانون ہوا اور دوسرا رَہینِ قانون اور اس کی بندش میں جکڑا ہوا ہو۔ تقاضا مساوات یہ ہے کہ یہ حق صرف اُس کو ہو جس نے پوری نوعِ انسان کو ایک نر اور ایک مادہ سے پیدا کیا اور گوت برادری اور قبیلے صرف اس لیے بتائے کہ پہچاننے میں دشواری نہ ہو۔

ترقی پذیر دنیا کے حالات اور تقاضے یقیناً مختلف ہوں گے ان تغیرات اور تبدیلیوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، اس بنا پر اس مکمل دستور اساسی سے اخذ و استنباط کا حق دیا جاتا ہے مگر اس حق کے حقدار صرف وہی ہو سکتے ہیں جو دستور اساسی کے ماہر اور اس کی بنیادی دفعات کے منشاء کو سمجھنے والے

اور اس کے اشاروں کو پہچاننے والے ہوں، عوام کی اکثریت کو یہ حق حاصل نہیں ہو سکتا۔

او خود گم ست کرا رہبری کند [1]

شہنشاہیت اور جمہوریت :

ملوکیت، شہنشاہیت، شخصی حکومت اور نادر شاہی نفرت انگیز عنوانات ہیں کیونکہ ان کی حقیقت یہ ہے کہ اقتدارِ اعلیٰ ایک فرد ''شاہ'' (بہت سے بہت ''شاہ اور اس کے خصوصی مشیروں'') کی مملوکہ باندی اور ان کی من مانی کارروائیوں کے لیے کھلونا بن جاتا ہے اس لیے ہم جمہوریت کو پسند کرتے ہیں کہ اس میں اقتدارِ اعلیٰ جمہور کا حق ہوتا ہے۔ لیکن ہم اس جادو کے کنویں میں جھانک کر دیکھتے ہیں تو اس کی گہرائی میں بھی شخصی حکومت اور ملوکیت کے سونت [2] اُبلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

تماشا :

آفتاب عالم تاب کی روشنی میں یہ تماشا ہمارے سامنے ہوتا رہتا ہے کہ جمہور نے بلا واسطہ یا بالواسطہ نمائندے منتخب کر دیے ان نمائندوں نے اپنی اکثریت سے یا اس پارٹی نے جس کے ٹکٹ پر نمائندوں کی اکثریت منتخب ہوتی ہے اس نے ایک لیڈر منتخب کیا جس کو ''وزیر اعظم'' کا لقب دیا جاتا ہے وزیر اعظم نے اپنے خاص مشیر (جو اس کے اشاروں پر چل سکیں) منتخب کر لیے۔ اب قانون کی پوری طاقت وزیر اعظم کے قبضہ میں ہے، احتیاط برتی جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ وزیر اعظم اور اس کے مشیرانِ خصوصی کابینہ (کیبنٹ) کے قبضہ میں ہے اور اقتدارِ اعلیٰ ان کی من مانی کارروائیوں کا کھلونا ہے ان کو اگر خوف ہے تو صرف اپنی پارٹی کا جس کے سامنے وہ قانونی طور پر جواب دہ ہیں۔

مگر یہ خود ساختہ قانون کیا ہے ؟

ایک موم کی ٹکیہ ہے اور وزیر اعظم اور اس کے قانون داں مشیروں کی قابلیت کا کمال یہ ہے کہ وہ اس موم کی ٹکیہ کو اپنی پسند کے ڈھانچے میں ڈھالتے رہیں اور اپنی من مانی کے لیے جواز پیدا کرتے رہیں

[1] وہ خود بھولا ہوا ہے کس کو راہ دکھلائے گا۔ [2] [1] ویرانے

ان کو اگر من مانی سے روک سکتا ہے تو صرف خوفِ خدا مگر جمہوریت کے لیے جب لا دینی (سیکولر) ہونا ضروری ہے تو وہاں خوفِ خدا تو کیا خدا کا تصور بھی دور از کار اور خارج از بحث ہے مکمل جمہور یہ وہ ہے جو تصورِ خدا سے آزاد ہو۔

اب اس ضرب و تقسیم کا حاصل یہ ہے کہ صنم خانہ سیاست میں جمہوریت کے پسِ پردہ وہی صنم جلوہ آرا ہے جو تختِ شاہی پر رونق افروز تھا۔ اسلام اس موقع پر خوفِ خدا کو بنیادی شرط قرار دیتا ہے اور اسی کو ''مستحقِ قیادت'' قرار دیتا ہے جس میں ''تقوی'' زیادہ ہو۔

فریبِ نظر :

جمہوریت نواز دنیا میں مساوات اور آزادئ رائے کے ڈھول بہت پیٹے جاتے ہیں مگر اس کی آخری حد پولنگ اسٹیشن ہے جہاں ہر شخص اپنا ووٹ جس کو چاہے دے سکتا ہے اس کے بعد اکثریت صاحبِ اقتدار ہے، اقلیت محکوم اور مرعوب اور ووٹ دینے والے پیچاں وغلطان، حیران و پریشان۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر بالغ کو حقِ رائے دہندگی ایک افسون اور ایک طلسم ہے مساوات نہیں ہے۔

مساوات یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اعلان فرما رہے ہیں کہ :

''میں یقیناً محمد کی بیٹی فاطمہؓ کے بھی ہاتھ کاٹ ڈالوں گا اگر وہ چوری کرے۔''

عمر فاروقؓ کا لڑکا نشہ آور چیز استعمال کر لیتا ہے تو دروں سے اس کی کمر چھلنی کر دی جاتی ہے [۱]

نیشنلزم اور قوم پرستی :

قرآنِ حکیم اس موقع پر ''نیشنلزم'' اور ''قوم پرستی'' کو بھی ظلم قرار دیتا ہے اس کی ہدایت ہے :

''ہرگز ہرگز ایسا نہ ہو کہ کسی قوم سے جو بغض تمہارے اندر ہے (یا قومی عصبیت وحمیت) تمہیں کسی بے انصافی پر آمادہ کر دے، ہر حال میں اور ہر ایک کے ساتھ انصاف کرو، یہی تقوی سے لگتی ہوئی بات ہے۔'' [۲]

---

[۱] یہاں تک کہ ایک روایت یہ ہے کہ وہ اِس صدمہ سے جانبر نہ ہو سکا۔ [۲] سورۂ مائدہ آیت : ۸

وہ غیر مسلم ظالموں اور غاصبوں کے حق میں بھی کسی قسم کی زیادتی کو جائز نہیں قرار دیتا اُس کا اعلان ہے :

''اگر ایک قوم نے تمہارا حق نہیں دیا انتہا یہ کہ تمہیں خانہ کعبہ اور مسجدِ حرام کی زیارت سے بھی روک دیا تب بھی تمہارے لیے جائز نہیں ہے کہ تم زیادتی کرو اور انصاف کی حدود کو پس پشت ڈال دو۔'' ١

یہ عدل و انصاف اسی وقت نافذ اور جاری ہوسکتا ہے اور یہ مساوات اور اخوت اسی صورت میں بروئے کار آسکتی ہے اور جمہوریت اُسی وقت گلدستہ راحت اور گلشن واطمینان بن سکتی ہے جب اُس کے قائد کے دل میں خدا کا خوف ہو اور وہ اس خوف وخشیت میں سب سے بڑھا ہوا ہو، وہ یقین رکھتا ہو کہ اُس کو ایک روز احکم الحاکمین کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔

قرآنِ حکیم نے تشکیل جمہوریہ اور طریقہ انتخاب کی طرف قطعاً توجہ نہیں فرمائی کیونکہ یہ منزل نہیں ہے منزل تک پہنچنے کا ایک راستہ ہے جس کا راہرو کبھی گم بھی ہو جاتا ہے، منزل ہے عدل وانصاف اور اس منزل کی بنیاد ہے، مساوات واخوت اور اس کا آب و گل ٢ ہے تقوی، تقوی نہ ہو تو یہ عمارت ریت کا تودہ ہے اور مساوات واخوت نہ ہو تو عدل وانصاف کا تصور نقش بر آب اور پادر ہوا ہے۔

قرآنِ حکیم نے اس منزل کی بنیاد کو اُبھارا کہ نوعِ انسان کو ایک مرد اور عورت کی اولاد قرار دیا اور اس کے آب وگل کی نشاندہی کر دی کہ معیارِ انتخاب تقوی ہونا چاہیے باقی خلا کو پُر کرنے کے لیے ان اخلاق اور اوصاف کی ضرورت ہے جو پہلے صفحات میں بیان کیے گئے، آپ اگر قصرِ جمہوریت کو آباد اور بارونق دیکھنا چاہتے ہیں تو جمہور کو ان اخلاق واوصاف سے آراستہ کیجئے۔ اگر جمہور میں یہ اخلاق اور اوصاف نہیں ہیں تو جمہوریت کی دیواریں خواہ کتنی اُونچی ہوں جمہوریت کا قلعہ قصرِ راحت نہیں ہوگا بلکہ ایک سنٹرل جیل ہوگا جس میں ایسی مخلوق بند ہو جس کے لیے موزوں لفظ ''شترِ بے مہار'' ٣ ہوسکتا ہے۔

نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِی اللّٰہُ فَھُوَ الْمُھْتَدِیْ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ.

---

١ سورۂ مائدہ آیت ٢١ ٢ گارا ٣ بے لگام اُونٹ

اسلامی جمہوریت اور امنِ عالم :

جمہوریت کی تربیت اگر ان اصول پر ہو جو قرآنِ حکیم سے اخذ کر کے اس کتابچہ کے صفحات میں پیش کیے گئے ہیں تو وہ صرف اپنے حدودِ مملکت ہی میں راحت واطمینان خوش حالی اور انسانی شرافت کا گلشنِ سدا بہار نہیں ہوگی بلکہ وہ پورے عالم کے لیے امن وآشتی کی ضمانت ہو سکتی ہے۔

قرآنِ حکیم نے کسی مستقل عنوان کے تحت امن عالم کا فارمولا پیش نہیں کیا البتہ اُس نے ایسے اصولوں کی تلقین کی ہے جو امن عالم کا بہترین فارمولا ہیں ان سے بہتر امن عالم کا کوئی فارمولا نہیں ہو سکتا۔ آئندہ صفحات میں یہ اصول ملاحظہ فرمائیے اور فیصلہ خود کیجئے۔

بنیادی نظریہ ...... مقدس فارمولا :

انسانیت واجب الاحترام حقیقت ہے، یہ رنگ ونسل سے بہت بلند ہے، جغرافیائی حد بندیوں سے آزاد ہے، جہاں بھی ہے واجب الاحترام ہے کیونکہ یہ خلافتِ الٰہیہ ہے، یہ رب العالمین کا پرتو ہے اس کو ''احسنِ تقویم'' [1] عطا ہوا ہے لہٰذا پہلا اور آخری فرض یہ ہے کہ انسانیت کے فطری تقاضوں کو پورا کرو یعنی

(۱) فاطرِ ہستی [2] اور خالق کائنات کی عظمت کے سامنے گردن جھکاؤ وہ رب العالمین ہے، ارحم الراحمین، مالک الملک ہے، احکم الحاکمین ہے۔

(۲) انسانیت کے سچے اور پاکباز خادموں کا احترام کرو، خواہ وہ کسی قوم کسی اُمت کسی جماعت یا کسی ملک میں گزرے ہوں۔

اگر عام شہرت یا تاریخی روایت کسی شخصیت کے متعلق اخلاق وکردار کا اُونچا معیار پیش نہیں کرتی لیکن ہزاروں لاکھوں انسان اس کا احترام کرتے ہیں تو تم شہرت وروایت کے مقابلہ میں ان احترام کرنے والوں کے جذبات کا احترام کرو اور کم از کم ایسی کوئی بات نہ کہو جس سے احترام کرنے والوں کے جذبات مجروح ہوں کیونکہ جس شرافت کا نام اسلام ہے اس کا تقاضا یہی ہے۔

---

[1] ﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ﴾ (سُورۃ التین : ۴) [2] ہستی کی طرف لانے والا

(۳) تمام انسان بھائی بھائی ہیں کیونکہ وہ ایک ماں باپ کی اولاد ہیں خواہ اُن کا کوئی رنگ ہو اُن کی بولی خواہ کچھ ہو اور خواہ وہ کسی بھی ملک میں رہتے ہوں وہ سب انسانیت میں مشترک ہیں لہٰذا اخوت اور مساوات کے مستحق ہیں اُن میں اگر کوئی امتیاز ہوسکتا ہے تو نسل رنگ یا ملک اور قوم کی بنا پر نہیں بلکہ اخلاق، کردار، افادیت اور خدمتِ خلق، خدا پرستی اور خوفِ خدا کی بنا پر، پس سب سے زیادہ مستحق تعظیم وہ ہوگا جو خدا پرستی اور اعلیٰ کردار میں سب سے اعلیٰ ہو۔

(۴) نسلی امتیاز، قبائلی اُونچ نیچ شیطنت ہے اس کو ختم کردو، شیطان اس غرور کے باعث مردود و ملعون ہوا کہ اُس نے اپنی فطرت کو فطرت انسان سے بلند و بالا سمجھا۔ انسان اس غرور میں مبتلا ہوکر انسانیت کی وسیع چادر کو پارہ پارہ کرڈالتا ہے لہٰذا یہ غرور ختم کرو۔

(۵) وہ سرمایہ داری جو انسانی صورت کو تجوریوں کا اژدھا بنادے ''قارونیت'' ہے اس کو ختم کردو کیونکہ یہ انسانیت کو پامال کرتی ہے کمزوروں کی کمزوری سے فائدہ اُٹھاتی ہے اور اپنے نفع کی خاطر دوسروں کا خون چوستی ہے۔

(۶) ملوکیت کا دوسرا نام ''فرعونیت'' ہے، فرعونیت نہ کسی انسان کی برداشت ہوسکتی ہے نہ کسی خاندان اور طبقہ کی اور نہ کسی قوم کی لہٰذا خاندانی سامراج کی طرح قومی سامراج یعنی نوآبادیاتی نظام یا کسی شخص یا طبقہ کی فسطائیت بھی انسانیت کے لیے لعنت ہے اس کو ختم کرو۔

(۷) شہنشاہیت کی طرح شاہانہ طرزِ زندگی بھی ختم کرو، سونے چاندی کے برتن، ریشمی اور زربفت[۱] لباس پوشاک جو شاہانہ زندگی کے لوازمات ہیں اور ایسا اعلیٰ اور پُرتکلف طرزِ زندگی جو انسانی دماغوں میں رشوت ستانی، خیانت اور غبن وغیرہ کا بحران پیدا کردے ان سب کو حرام قرار دو اور پورے ملک کی اقتصادیات کا صحیح جائزہ لے کر مساویانہ طرزِ زندگی اختیار کرو تاکہ انسانیت کی ظاہری سطح بھی نشیب و فراز سے محفوظ رہے اور اخوت و مساوات کے لفظی دعوے عملی جامہ پہن سکیں۔

---

[۱] کمخواب، ایک کپڑا جو سونے اور ریشم کے تاروں سے بُنتے ہیں۔

(۸) عیش و عشرت، شراب و کباب، رقص و سرود جو دامنِ انسانیت پر ناپاک دھبے ہیں جن سے جامۂ انسانیت تار تار ہوتا ہے اور جن سے اقتصادی مساوات کو تباہ کرنے والے رجحانات جنم لیتے ہیں ان سب کو ختم کرو۔

(۹) جوا، سٹہ، سود اور ایسے تمام حرفے جو سرمایہ داری کا رجحان پیدا کریں اور انسانی مساوات کو درہم برہم کر دیں یک قلم بند کردو۔

(۱۰) نظامِ حکومت ضرور قائم کرو مگر نصب العین اور دستورِ اساسی کے بنیادی مقاصد یہ ہوں :

(الف) تربیت نہ صرف جسمانی اور مادی بلکہ ایسی تربیت کہ آزادیٔ رائے اور آزادیٔ ضمیر کے ساتھ اخلاقی و رُوحانی تربیت پر بھی مشتمل ہو۔

(ب) رحم : ایسا رحم جس کا دامن خدا کی تمام مخلوق کے لیے وسیع ہو۔

(ج) عدل : یعنی ایسا انصاف جو اپنے پرائے دوست اور دشمن سب کے لیے یکساں ہو تاکہ خلیفۃ اللہ یعنی انسان کے ذریعہ رب العالمین، ارحم الراحمین، مالک یوم الدین کی صفاتِ تربیت (رحمت اور عدل) کا ظہور ہو سکے۔

(۱۱) آزادیٔ ضمیر : آزادیٔ رائے بنیادی حق ہے، کسی قوم فرد یا کسی خاندان کا ایسا اقتدار جو دوسروں کی آزادیٔ رائے سلب کر لے فتنہ ہے فساد فی الارض ہے اس فتنہ کو ختم کرنے کے لیے جنگ کرو اور فساد فی الارض کے بجائے اللہ کے ملک میں اصلاح پیدا کرو۔

خصوصیاتِ مسلم :

مسلمان کو ایک امتیاز حاصل ہوگا، بشرطیکہ

(الف) وہ مذکورہ بالا اصول کا علم بردار ہو کر ان کو بروئے کار لانے کے لیے تن من دھن کی بازی لگا دے۔

(ب) وہ اپنے کردار میں سراسر رحم اور عدل و انصاف ہو اور اس رحمتِ عامہ کا مظہر اور ان

اعلیٰ اخلاق کا پیکر ہو جن کے لیے محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم الانبیاء بنا کر مبعوث کیا گیا تھا اور جن کو زندہ رکھنے کے لیے '' اَلذِّکْر '' [1] یعنی قرآن حکیم اور خداوندی دستور اساسی کو رہتی دنیا تک محفوظ کر دیا گیا ہے

(ج) وہ سب سے زیادہ اپنے خالق اور اپنے پروردگار سے محبت کرتا ہو، خالق کی فرمانبرداری اور رضا جوئی کے لیے اس کی ہر چیز حتی کہ اُس کی جان بھی قربان ہو اُس کا قول وفعل ہر موقع پر حق وصداقت کی شہادت بلند کرتا ہو اور اُس کا ہر ایک کردار اس بات کی دلیل ہو کہ وہ اس جماعت کا فرد ہے جو افضل ترین جماعت (اور اُمتِ وسط) ہے کیونکہ اس کی جماعتی زندگی بھی دنیا کے لیے نمونہ ہے اور انفرادی زندگی بھی سبق آموز مثال ہے۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْ

نیاز مند محتاج دعا

محمد میاں عفی عنہ

۱۴؍ جمادی الاوّل ۱۳۸۸ھ/ ۹؍ اگست ۱۹۶۸ء

قارئین اَنوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ اَنوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جا رہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ اَنوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی اِدارہ سے وابستہ ہے اِس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اِس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی اِرسال فرمادیں اور دیگر اَحباب کو بھی اِس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے اِدارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (اِدارہ)

---

[1] ﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ (سُورۃ الحجر : ۹)